ضلع دیامر میں اسلام کی آمد

احسان اللہ خان*

The region known as "Gilgit Baltistan" comprises of seven districts covering an area of about 28,000 square kilometers.

Previously, seven districts of Gilgit Baltistan (Gilgit, Diamer, Astor, Baltistan, Ghizr, Hunza Nagar and Ganchey), along with Chitral and Indus Kohistan were collectively known as Dardistan. There was a time when Gilgit, Baltistan and their suburbs were known as Bolor as well. Other names given to the area include 'Dardisa' or sometimes 'the Land of Shinaki' for the reason that "Shina" was the most common language spoken in these areas.

To the left of the Indus river, 'Chilas' a Tehsil of Diamer is located which previously used to be a sub-division of Gilgit. The passes of Goharabad, Khiner Nala, Hoder Nala, Darel Valley and Tangir Valley are located in Diamer on the right side of the Indus. The left side of the Indus comprises of the valleys of Raikot, Buner, Niat, Thak, Gichi and Thor. In the past, these areas on the left and right sides of the Indus river used to be ancient Kots. Tribes in each of these areas, within their geographical boundaries, possessed the status of a democratic state. The countries located on the frontiers of these valleys are linked to these valleys through fascinating mountains, passes and pathways. Little attention has been given to these pathways. Local as well as foreign writers have been quite silent particularly about the District Diamer.

Specific objectives of the present research is to highlight various historical phases of District Diamer include:

"Shina" the local language is not customary in writing, and majority of the population is also illiterate, yet they possessed social education

---

* لیکچرار شعبۂ تاریخ، فیڈرل گورنمنٹ ڈگری کالج چلاس دیامر۔

transcending from generation to generation. This is represented in the Kot organization. Present study has carried out a comprehensive study of the ancient 'Kot' of each pass and related archaeological heritage.

Naro/Nari was the chief god in Chilas and surroundings. In Goharabad, Taiban was the famous god. Islam was introduced in this area by the efforts of Ghazi Baba, who first captured Kaghan in 1712. Some preachers of Islam were martyred while propagating Islam in these valleys. The advent of Islam dates back here to the first half of the eighteenth century. According to present research, the inhabitants of these areas embraced Islam in their eighth/ninth generation. Prior to embracing Islam, they had non-Muslim names.

ضلع دیامر کے حالات اور خصوصاً اس علاقے میں اسلام کی آمد اس وقت تک سمجھ میں نہیں آسکتے جب تک ان تاریخی واقعات کا تذکرہ نہ کیا جائے جن کی بدولت ضلع دیامر سے ملحقہ صوبہ سرحد کے علاقوں میں سولھویں اور سترہویں صدی عیسوی میں مختلف مذہبی تحریکیں اور سیاسی حالات رونما ہوئے۔ سترہویں صدی عیسوی کی ان تحریکوں کی بدولت اسلام ضلع دیامر کے دروں میں داخل ہوا۔ مغلیہ سلطنت کے بادشاہ ہمایوں کے عہد میں کابل اور گردونواح میں ان کا بھائی مرزا کامران حکمران تھا۔ ہمایوں کو اپنے بھائی مرزا کامران کے ساتھ لڑائیوں کا تلخ تجربہ تھا۔مرزا کامران اور اس کے بعد مرزا حکیم کے عہد میں سرحدی علاقہ میں ایک مذہبی پیشوا جلوہ افروز ہوئے، ان کا نام سید علی شاہ ترمذی ہے جو''پیر بابا'' کے نام سے مشہور ہیں ۔

پیر بابا سید علی شاہ کے حالاتِ زندگی

'' وسط ایشیا میں دریائے آمو کے کنارے ایک قصبہ ترمذ(Tarmez) سے ایک صاحب سید قمر علی اپنی اہلیہ اور صاحبزادے علی کے ساتھ ہندوستان آئے اور پایہ تخت دہلی میں مغلیہ سلطنت کے شہنشاہ بابر اور مغلیہ فرمانروا ہمایوں کے دربار میں ملازم ہوگئے ۔ علی نامی یہ بچہ طالب علم بن گیا اور 1540 میں اس کے والدین اپنے معزول بادشاہ ہمایوں کی معیت میں سندھ کے راستے فارس روانہ ہوئے تو سید علی شاہ پنجاب کے شہر گجرات میں رہ گئے اور بعد میں گگیانیز(Gigianis) قبیلہ کے دو علماء کرام نے انہیں ترغیب دی کہ وہ پشاور کے قریب دوآبہ کے علاقے میں پہنچیں اور وہاں زندیقیت (بے دین، کافر، وہ شخص جو واحدت کا قائل نہ ہو) کو پھیلنے سے روکیں۔

سید علی شاہ کچھ عرصہ پختونوں میں رہے اور پھر انہیں وطن کی یاد نے ستایا اور انہوں نے ازبکستان کے آبائی شہر ترمذ اپنے دادا سید احمد کے گھر واپس جانے کی خواہش ظاہر کی ۔ان کے دادا سیداحمد نے ان کی پرورش کی تھی اور جن کی ایما پر وہ اسلامی علوم کی طرف مائل ہوئے تھے ۔ گگیانی قبیلہ ان سے بڑی عقیدت رکھتا تھا اور یہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ ان کے علاقے سے چلے جائیں ۔چنانچہ دولت نامی ایک ملک نے اپنی بہن مریم ان کے عقد میں دے دی اور ان سے درخواست کی کہ وہ کچھ عرصہ وہیں قیام کریں، لیکن بعد میں وطن کی محبت پھر جاگ اٹھی اور وہ بال بچوں کو چھوڑ کر ترمذ روانہ ہوگئے ۔ترمذ پہنچ کر انہیں معلوم ہوا کہ ان کے دادا سید احمد اور والد قمر علی وفات پاچکے ہیں لیکن ان کی والدہ محترمہ فارس کے راستے وطن واپس پہنچ چکی ہیں اور حیات ہیں ۔ان کی والدہ محترمہ بہت ہی پارسا اور فیصلہ کن خاتون تھیں اور جب انہیں معلوم ہوا کہ ان کا بیٹا گھر بار کو چھوڑ کر آیا ہے تو وہ اپنے بیٹے سید علی شاہ کا کوئی حیلہ بہانہ سننے کے لئے تیار نہ تھیں بلکہ والدہ نے ان کو واپس جانے کی ہدایت کردی ۔

فرمانبردار بیٹے نے ایسا ہی کیا لیکن دوآبہ پرسکون جگہ نہ تھی جہاں گنداب کے راستے آنے جانے والے قافلوں کا تانتا بندھا رہتا تھا اور لوگوں کی بھیڑ ہوتی تھی ،اس کی بجائے دل جمعی کی خاطر وہ اپنے رہنے کے لئے کسی پرسکون جگہ کے متلاشی تھے۔انہیں بونیر میں پاچا(Pacha) کے قریب پرسکون جگہ مل گئی تو وہ وہیں آباد ہوگئے اور اپنی زندگی کے آخری ایام تک وہیں رہے اور وہیں مدفون ہوئے ۔ان کا نام ''پیر بابا'' بونیر کی طرف نسبت کرتے ہوئے آج بھی بڑی تعظیم کے ساتھ لیا جاتا ہے اور بونیر میں ان کا مزار صوبہ سرحد کا سب سے زیادہ مقدس مقام سمجھا جاتا ہے اور ہر طرح کے لوگ ان کے مزار پر زیارت کے لئے آتے ہیں ۔''۱

سید ترمزی کاغان

''سلاطین اہل اسلام کے وقت سید ترمزی اپنی عزت و توقیر دیکھ کر ملک عرب سے اس طرف آئے اور جا بجا پھیل کر ملکیت حاصل کی چونکہ وہ شہر ترمذ میں سکونت پزیر تھے ،اس لئے ترمزی مشہور ہوئے۔ ضلع ہزارہ میں ان کا خاندان نہایت بزرگ مشہور ہے۔ ان کی آبادی کا حال اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ وقت سلطنت اکبر بادشاہ چغتائی (وفات ۱۰۱۵ھ ۱۶۰۵ء) خاندان مغلیہ کے دور میں پیر

بابا ترمذ سے نکل کر اس ملک علاقہ الیب ذی میں تقریب سیر وارد ہوئے تھوڑی مدت رہ کر پھر ملک بونیر چلے گئے۔ یہ سب بزرگ اور اِن کے خاندان کے اکثر لوگ اس کے طالب اور مرید ہوئے۔ ملک بونیر میں ان کی اولاد پھیلی۔''[۲]

سید جلال بابا پکھلی ''گلی باغ'' میں آمد

پیر بابا کی چوتھی پشت میں سید جلال بابا ملک بونیر سے مع مراد خان کشمیر کو جاتے ہوئے گلی باغ میں مقیم ہوئے۔ سلطان شاہ محمود ترک اس ملک کا فرمان روا تھا۔ سید جلال بابا کو خاندانی، صاحب عزت اور بزرگ جان کر سلطان شاہ محمود ترک نے اپنی دختر سے عقد کر کے علاقہ بھوگڑ منگ جہیز میں دے کر اسی جگہ آباد کرلیا۔سید جلال بابا نے بھوگڑ منگ میں سکونت اختیار کرلی۔سید جلال بابا کے پاس بھائی خان اور سلطان شاہ محمود کے پاس مراد خان مختار کار تھے ۔سید جلال بابا کی روز افزوں عزت و ترقی سلطان شاہ محمود پر ناگوار گزری اور چند خفیہ آدمی اس کے پیچھے چھوڑ دیئے۔ ان آدمیوں نے بمقام ڈگ واقع درہ بھوگڑ منگ سید جلال بابا پر حملہ کر کے زخمی کر دیا۔ سید جلال بابا واپس بونیر چلے گئے۔ بونیر میں قبیلہ سواتی سید جلال بابا کے خاندان کی بزرگی کے معتقد تھے اور بوجہ تسلط یوسف زئی منتشر ہو کر سوات سے بے دخل ہو چکے تھے۔بونیر میں جمع ہو کر سید جلال بابا کی رہنمائی میں سلطان شاہ محمود ترک کے ملک پر چڑھائی کر دی۔ اس موقعہ میں سلطان شاہ محمود ترک خود دہلی میں شاہ کے دربار میں حاضر تھا۔

> سید جلال بابا نے سوات میں چالیس ہزار روپے سواتی لشکر میں تقسیم کر دیا۔''سلطان شاہ محمود کا بھائی محمد خان بھاگ گیا اور ۱۷۰۳ میں سلطان شاہ دم ترک سے سواتی لشکر نے گلی باغ اور پکھلی پر قبضہ پایا۔پکھلی کی وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ ان کے بادشاہ کا نام پکھال تھا جس کی وجہ سے پکھلی علاقہ مشہور ہوا۔[۳]

پکھلی کی حدود

''موجودہ دور میں ضلع ہزارہ کی تحصیل مانسہرہ کا وہ علاقہ پکھلی سے موسوم ہے جو ندی سرن کے دونوں طرف واقع ہے اور اس ندی سے سیراب ہوتا ہے، یعنی شنکیاری سے خاکی تک کا علاقہ پکھلی ہے''۔[۴] اور گلی باغ ترکوں کا دار ریاست تھا''جس کا حال تزک جہانگیری میں درج ہے۔یہاں خاص ترک مقبرے تھے جو بعد میں ویران ہوگئے، البتہ زیارت دیوان راجہ فقیر محمد ترکوں کے وقت اب تک موجود ہے۔''

بھوگڑ منگ کی وجہ تسمیہ

بھوگڑ منگ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ترک ایک ہزار سپاہی پر مشتمل رجمنٹ کو منگ کہتے ہیں۔ ہر رجمنٹ کا نام اس کے سردار کے نام سے مشہور تھا۔جس مقام پر یہ کئی رجمنٹس موجود تھیں وہ جگہ بھی رجمنٹ کے نام سے مشہور ہوگئی، جیسے دھڑمنگ ،کڑمنگ، لاچی منگ، بالی منگ ، لاڑمنگ ،جوٹ منگ اور چیر منگ وغیرہ۔

''قوم سواتی نے بموجب رہنمائی سید جلال بابا کے اس ملک پکھلی پر قبضہ کیا۔ چند سال خود سید جلال نے قبضہ رکھا۔ شاہ زمان پسر اس کے نانا (سلطان شاہ محمود ترک) کا ملک تصور کرتا تھا۔بعد آٹھ دس برس کے شاہ زمان پسر سید جلال مرگیا تو سوائے درہ بھوگڑ منگ کے جو پہلے سید جلال کے قبضے میں تھا چوتھا حصہ خود اس نے لیا۔ اور تین حصے سواتی لشکر میں تقسیم کر دیئے۔ سید جلال بابا کی اولاد وہیں آباد ہوئی اور وہ خود بھی بھوگڑ منگ میں مدفون ہوئے۔''[۴]

سید نور شاہ (عرف غازی بابا) کاغان اور چلاس کی فتوحات

۱۷۰۳ء میں سید جلال شاہ نے پکھلی اور بھوگڑ منگ کے علاقہ سواتی لشکر کی مدد سے سلطان شاہ محمود ترک کے ملک پر حملہ کیا ،ترک مغلوب ہوئے۔ علاقہ پکھلی اور بھوگڑ منگ پر قبضہ کے بعد ایک حصہ خود رکھا اور باقی علاقہ اپنے سواتی لشکر میں تقسیم کر دیا۔''سید نور شاہ عرف غازی بابا سید جلال کا پوتا تھا''جو بہت بہادر اور غازی مرد گزرا ہے''

''غازی بابا نے تقریباً ۱۷۱۲ میں ایک لشکر قوم سواتی اور کوہشی و بہراجی کے ہمراہ کاغان (کاگان) فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ اس وقت اس علاقے میں کسی خاص جگہ ڈیری ہائے پر (کفار قوم پوٹہ) تھا اور بہت درّے ویران پڑے تھے۔ تمام علاقہ لشکر کی مدد سے فتح کیا۔ غازی بابا نے اس کے بعد وہاں سکونت اختیار کی، جس کے بعد چلاس کے دروں کو فتح کرنے کا ارادہ کیا۔ ان دروں میں مزاحمت ہوئی اور لڑائی کرتے ہوئے، چلاس چلا گیا۔ جب بعد فتح یابی کے ملک چلاس میں بھی غازی بابا جزیہ/عشرانہ مقرر کرکے واپس کاغان آئے۔''[۵]

چلاس کے دور دراز کے دروں میں ابھی تک اسلام نہیں پھیلا تھا، وہاں جزیہ مقرر کیا ۔تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ غازی بابا دو مرتبہ چلاس تشریف لائے ۔ بعض قبائل قدیم طرز پر رسوم و رواج کا دوبارہ اجراء چاہتے تھے۔ غازی بابا دوسری مرتبہ ہرکوٹ کے ساتھ ایک مسجد کی بنیاد رکھتے ہیں۔غازی بابا کو وادیٔ کاغان پسند آئی اور یہیں آباد ہوئے۔ ان کے ساتھ لشکر اس وقت بہ ہمرائی

خان محمد قوم ترک، شریف الدین نوری قوم کونشی وغیرہ بھی کاغان میں آباد ہوئے۔ کل مفتوحہ علاقہ ہزارہ کا چوتھا حصہ خود لے کر اپنے لڑکوں میں تقسیم کر دیا اور تین چوتھائی حصہ دیگر سواتی لشکر کے حوالہ کردیا۔

کاغان (کاگان) کی وجہ تسمیہ

''اس جگہ ایک (کافر بدھ پیرو) عورت ''کاگی'' رہتی تھی ،اسی نام سے کاگان نامزد ہوگیا۔ غازی بابا نے جب کاغان فتح کیا تو دو عورتوں (بدھ مذہب کی پیروکار) کا نام جو''گاگی'' اور''راجی'' کا ذکر ملتا ہے جن کی وجہ سے غازی بابا کے زمانے میں کاگی سے کاگان اور راجی سے راجوال بن گئے۔ آج یہ شہروں کے نام ہیں۔'' ٦

غازی بابا کی چلاس آمد اور تبلیغ

سید نورشاہ ۱۷۱۲ء میں وادیٔ کاغان فتح کرنے کے بعد سواتی لشکر کے ساتھ دیامر کی وادیوں میں داخل ہوئے اور یہاں اسلام کی تبلیغ کی۔غازی بابا نے چلاس کا علاقہ فتح اور مطیع کرنے کے بعد لوگوں کو کلمہ پڑھایا اور بوٹے (بوٹا قوم) اور ان پر اسلام کی رو سے عشرانہ/ جزیہ مقرر کیا۔ موسم سرما کا آغاز تھا۔ راستے میں برف باری ہونے کی وجہ سے اپنی گھوڑی پر لولوسر کے مقام تک اپنے لشکر کے ہمراہ آئے۔ برف باری زیادہ ہونے کی وجہ سے ایک بڑی چٹان کے نیچے گھوڑی کو چھوڑنا پڑا اور گھوڑی نے تمام سردیاں وہاں گزار دیں، اس دوران ایک سنہری گلہری (کھنہ چوہا Marmot) نے گھوڑی کو گھاس فراہم کیا جو کسی کرامت سے خالی نہ تھا۔

غازی بابا کے لشکر میں قوم سواتی ،کونشی ،بہراجی لشکر شامل تھے ،اس لشکر میں آپ کے بڑے بیٹے سید رندان شاہ (شردان شاہ) اور اس کے سات بیٹے بھی لشکروں کی قیادت کررہے تھے۔ اس فتح کے بعد آپ پکھلی واپس تشریف لائے ،راستے میں باپ بیٹا گھوڑوں پر سوار تھے۔ غازی بابا کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ میرے بیٹے رندان شاہ میں بھی روحانی قوت ہے یا نہیں ۔دل میں خیال آیا کہ میرا بیٹا کافی پیچھے آرہا ہے ،اس وقت رندان شاہ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور غازی بابا کے ساتھ برابر چلنے لگے۔ دوسری بار خیال آیا کہ بیٹا میرے ساتھ برابر چل رہا ہے۔ رندان شاہ گھوڑے کو آگے لے جاتا ہے ۔تیسری مرتبہ خیال آتا ہے کہ بیٹا آگے نکل گیا، جس پر رندان شاہ نے تلوار کمان سے

نکال لی۔ جس پر رندان شاہ نے غازی بابا سے کہا کہ جب میں پیچھے تھا تو ناراض ہوئے ،برابر ہوا تب بھی ناراض ہوئے اور آگے نکلا تو پھر ناراضگی، لہٰذا میں نے تلوار نکالی ۔غازی بابا سے شکوہ کیا کہ نہ پیچھے نہ برابر نہ آگے جانے دیتے ہیں۔غازی بابا نے خاموشی توڑتے ہوئے فرمایا :بڑی غلطی کی آپ نے تلوار نیام سے نکالی ،اب ہماری پشت میں تلوار ہی چلے گی۔ انہوں نے کہا کہ گندم کے کھیت سے گھاس پہلے نکالی جاتی ہے اور گندم بعد میں کاٹی جاتی ہے۔

اس کا مطلب یہ تھا کہ رندان شاہ پہلے فوت ہوئے اور غازی بابا نے بعد میں بھوگڑ منگ میں وفات پائی۔ آپ کا مقبرہ بھی بھوگڑ منگ میں ہے۔ اس کے بعد رندان شاہ کے سات بیٹوں میں خانہ جنگی شروع ہوتی ہے۔ صرف دو بیٹے سید فیض علی شاہ اور سید ضامن شاہ کاغان میں رہتے ہیں ، باقی بیٹے کشمیر میں آباد ہوتے ہیں۔تاریخی حوالوں سے غازی بابا اپنے بیٹے رندان شاہ ،پوتوں اور سواتی لشکر کے ہمراہ چلاس دو مرتبہ تشریف لائے۔ پہلی دفعہ چلاس کے اردگرد کے دروں پر جزیہ مقرر کیا کیونکہ پہاڑی دروں میں اسلام نہیں پھیلا تھا۔

بعض قبائل قدیم رسم و رواج کو ترک نہ کرسکے، اور دوبارہ انہی رسومات کو اختیار کرتے ہیں۔ تحقیق کے مطابق گور میں آخری مرد یا خاندان جو ایمان نہیں لایا تھا، انیسویں صدی میں مرا اور اسے جلایا گیا تھا۔غازی بابا دوسری مرتبہ چلاس تشریف لائے اور جب تمام دروں میں کسی نہ کسی شکل میں اسلام پھیل گیا تو جزیہ معاف کرکے اسلامی رو سے عشرانہ مقرر کیا، جس میں پانچ تولہ سونا بھیڑ بکری وغیرہ جمع ہوتا تھا۔

موجودہ دور میں سادات کاغان کے خاندان میں اور غازی بابا کی اولاد میں بزرگ شخصیت سید مزمل شاہ ہیں جنہیں ''چیف آف کاغان'' کہنا بجا ہے، جو سخی ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے غریب رشتہ داروں کی مدد اور داد رسی کرتے ہیں غریب غرباء کی امداد کرتے ہیں اور واحد شخص ہیں جس کا دسترخوان ہمیشہ بچھا رہتا ہے اور مہمانوں اور غریب غرباء کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں ۔کاغان کے تمام لوگ خواہ وہ کاغان کے سادات سے ہوں یا دیگر عوام ،سب ان کی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔''۷،۸

نسب نامہ سادات ترمذی کاغان

سید نور شاہ عرف غازی بابا کی اولاد وادیٔ کاغان میں آباد ہے۔ ان کے شجرۂ نسب سے دیامر میں اسلام کی آمد کا تعین کیا جاسکتا ہے:

سید قمبر علی
|
سید علی شاہ (عرف پیر بابا، بونیر ۱۶۰۵ء بمطابق ۱۰۱۵ھ)
|
سید مصطفیٰ شاہ
|
سید عبدالوہاب شاہ
|
سید جلال شاہ (علاقہ پکھلی، گلی باغ، مانسہرہ ۱۷۰۳ء)
|
سید شاہ زمان شاہ
|
سید نور شاہ (عرف غازی بابا ۱۷۱۲ء میں فاتح کاغان اور فاتحِ چلاس)
|
سید رندان شاہ (چلاس میں اسلام کی آمد، سواتی لشکر)
|
سید فیض علی شاہ
|
سید نور شاہ
|
سید فہدی شاہ ~~~~~~~~~~~~ سید نادر شاہ
|
سید رحیم شاہ   سید غازی شاہ   سید عمران شاہ ~~~~~ سید قیصر شاہ
|
سید مردان شاہ   سید قاسم شاہ~~~~~سید مامون شاہ~~~ سید صلاح الدین ترمذی (ریٹائرڈ جرنل)
|
سید میر محمد شاہ   سید قاضی مزمل شاہ~~~سید اختر شاہ ~~~ سید مختار شاہ~~~سید منیب افتخار
|
سید عبدالعزیز شاہ ~~~~~~ سید سجاد حسین شاہ ~~~~~~ سید اویس علی شاہ ۹، ۱۰

صلاح الدین

چلاس میں اسلام کی آمد

چلاس میں سید نور شاہ غازی بابا نے دین اسلام کی تبلیغ کی اور علاقہ کے عوام نے اسلام قبول کیا اور اسلامی تعلیمات کی روشنی سے اپنی زندگیوں کو منور کیا۔ غازی بابا سب سے پہلے تکیہ کے مقام پر تشریف لائے اور دین اسلام کی تبلیغ کی۔بعد میں اہل چلاس نے انہیں قلعہ چلاس میں عزت واحترام دیا۔ اس موقع پر بزرگ خواتین نے بھی اس وقت کے رواج کے مطابق پھیلل (روٹی کے اوپر مکھن) ڈال کر ان کا استقبال کیا اور یہ روایت پورے شمالی علاقہ جات میں آج بھی موجود ہے۔ یہ عموماً شادی بیاہ یا خوشی کے موقع پر دی جاتی ہے۔کہتے ہیں کہ غازی بابا سے ملنے والے شخص پر خاص اثر ہوتا تھااور وہ خالی ہاتھ نہیں لوٹتا تھا یعنی تصوف کا ایک خاص اثر کشف ہوتا تھا۔ ۱۱، ۱۲

چلاس میں کلمہ پڑھنے کے باوجود بوٹ قبائل نے قدیم طریقہ پر آگ کا دھواں (دھوم) کی مجلس کا اہتمام کرنا ترک نہیں کیا۔ اس میں شراب (موہ) کے مٹکے سے مجلس اپنے شباب کو پہنچتی تھی، ان حالات میں غازی بابا نے پھر دعوت دی کہ اسلام کے دائرے میں داخل ہونے کے بعد دھواں (دھوم) دینے اور شراب پینے کے طریقے کو ترک کیا جائے ۔بڑی دانشمندی کے ساتھ ان نومسلموں کو ایک متبادل حلال چیز بتلائی کہ اس مشروب میں نمک ڈال کراسے سرکہ کے طور پر استعمال کیا جائے۔۱۳، ۱۴

آمدِ اسلام کے بعد بوٹ قبیلہ کے ایک نمایاں فرد نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیااور قدیم مذہب کے مطابق زندگی گزارنے لگا، جس پر غازی بابا نے اس فرد کو بددعا دی ۔ چند دن بعد اس کے جسم پر پھوڑے (چیچک)نکل آئے ۔ بیماری کی علامات بڑھنے پر قلعہ سے نکلتے وقت اس نے کہا کہ مجھے قلعہ کے دروازے سے نہیں بلکہ قلعہ کی دیوار توڑ کر نکالا جائے۔ آبادی سے دور ایک جگہ پر اسے لے جایا گیا ،جہاں وہ اس مرض میں چل بسا۔یہ جگہ آج بھی بٹوگاہ نالہ کے کنارے (پھویو بو) کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۵

جب چلاس کوٹ کے تمام باشندے اسلام قبول کر لیتے ہیں تو وہ غیرمسلم شخص کوٹ سے نکل کر ہرپن چوٹی پر پہنچتا ہے اور''بھریوٗ'نامی شخص سے چلاس کی زمین کے متعلق کہتا ہے :'' چلاس شاشن کوئی (چلاس کی آباد زمین) گدھے کے چرنے کا ہوا'' یعنی اب یہ جگہ بے کار ہوچکی ہے ۔یہ بات مقولہ کے طور پر مشہور ہوئی۔

1898 ء میں انگریز پولیٹیکل ایجنٹ "Capt. S.A. Godfrey" نے ضلع دیامر میں اسلام کی آمد کے بارے میں ایک رپورٹ لکھی ۔ اس میں یہاں کے باشندوں میں دو پشت پہلے اسلام کی آمد کا ذکر ہے ۔ ان دروں میں اسلام کا نور پھیلانے والوں میں سوات کے علماء کرام اور مبلغین کا ذکر ہے۔

"The religion of the district is entirely the Sunni cult of the Muhammadan faith. The people are fanatical and mostly ignorant. There is not a single man in country who would dream of infringing the ordinances of Ramathan fast. The country was converted to Islam about two generations ago by Mullahs from Swat. The last of the orignal kafirs who refused to become a Muhammadan died in Gor some ten years ago . [۱۲]

ضلع دیامر کے مشرق کی جانب استور ،سکردو اور شمال کی طرف گلگت ،غذر کے مقابلے میں اہلِ دیامر بعد میں مسلمان ہوئے ۔ تحقیق سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ شناکی علاقہ سازین تا گوہر آباد سے ایک صدی قبل سکردو اور گلگت کے باشندگان اسلام قبول کرتے ہیں ۔ انہوں نے طنزاً ،شناکی علاقہ کے باسیوں کو "ابو جہل کی اولاد" کہاجس کا واضح مطلب یہ ہے کہ ان علاقوں کی نسبت ضلع دیامر میں اسلام کا نور کافی دیر بعد آیا ۔

یہ قاعدہ ہے کہ نومسلم عام طور پر دین کے احکامات کی سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اہل دیامر آج دین کے شیدائی ہیں اور دین کے احکامات پرعمل پیرا ہونے میں کوئی فروگزاشت نہیں کرتے ہیں ۔تحقیق سے اس معاملہ میں ٹھوس شہادتیں ملتی ہیں کہ دیامر کے باشندوں کے آباؤاجداد میں آٹھویں یا نویں پشت پر اسلام قبول کرتے ہیں ۔دروں میں موجود اسلام قبول کرنے والے خاندانوں کے افراد اپنے شجرہ نسب کو زبانی یاد رکھے ہوئے ہیں جس سے اسلام کی آمد کے وقت کا تعین کیا جاسکتا ہے ۔اسلام کی آمد سے پہلے یہاں کے باشندوں کے نام غیر اسلامی ہیں اور اسلام قبول کرنے والے نومسلم کا نام بھی اکثر غیر اسلامی ہوتا ہے جبکہ اس کے بعد باقی شجرہ نسب میں اسلامی ناموں کا آغاز ہوتا ہے ۔

چلاس اور تھک نالہ میں اسلام کی تبلیغ کا دوسرا دور

چلاس اور تھک نالہ میں دو مرتبہ اسلام کے مبلغین تشریف لائے ۔ سید غازی بابا اور ان کا بیٹا رندان شاہ وادی کاغان کے "پکھلی" مقام سے پہلی مرتبہ تھک نالہ اور چلاس آئے اور یہاں کے

باشندوں نے ان کی تبلیغ کی بنا پر اسلام قبول کیا ۔البتہ وہ نومسلم اسلام سے قبل کی اپنی پرانی روایات اور عادتوں کو چھوڑنے پر تیار نہ تھے ۔خاص طور سے شراب'' موہ'' کے پکے عادی تھے ۔دیگر دروں میں انگور کے رس کو زمین میں دبا کر شراب بناتے تھے لیکن تھک نالہ کے باسی اس قدر شراب کے رسیا تھے کہ مٹی کی بجائے دیسی کھاد یعنی گوبر کے ڈھیر میں اسے دباتے تھے ۔ دیسی کھاد کے ڈھیر کا اندرونی حصہ گلنے سڑنے کی وجہ سے قدرتی طور پر انتہائی گرم ہوتا ہے ،اس لئے گوبر کی گرمائش میں شراب مزید نشہ آور اور جلد تیار ہوتی تھی ۔

شراب کو یہاں کے باشندے خاص قسم کا کھانا ''ہوکو'' کے ساتھ استعمال کرتے تھے ۔سید غازی بابا کی واپسی کے بعد وہ لوگ اس پرانی رسم پر دوبارہ اتر آئے اور آگ کا الاؤ روشن کر کے ڈھول باجے کی تھاپ پر پھر چند افراد قدیمی رسم کو ادا کرنے لگے ۔غرض وہ نومسلم دوبارہ اسلام سے پھر گئے ۔اس صورت حال کو دیکھ کر تین افراد ڈوڈو ،پکو اور تیسرا نا معلوم شخص موسم سرما کے اوائل میں وادی کاغان چلے گئے اور راستے میں ان تینوں میں سے ایک خارش ''کھشی'' کے مرض میں مبتلا ہوکر وفات پا گیا ۔باقی دونوں افراد جب وادی کاغان میں پکھلی کے مقام پر پہنچے، تو موسم سرما میں شدید برف باری کی وجہ سے وادی کاغان تا بابوسر راستہ بند ہوچکا تھا ،لہٰذا وہ دریائے سندھ کے راستے سفر اختیار کر کے چلاس پہنچ گئے اور یوں سید غازی بابا نے دوسری مرتبہ تھک نالہ اور چلاس میں اسلام کی دعوت دی ۔ان کی تبلیغ اور کوششوں کی بدولت یہاں کے باشندے دوبارہ حلقہ بگوش اسلام ہوگئے ۔ روایت ہے کہ غازی بابا نے پورا موسم سرما چلاس اور تھک نالہ میں گزارا اور تھک میں مسجد کی بھی بنیاد رکھی جسے '' کوٹ مسجد'' کہتے ہیں ۔یہ مسجد تھک نالہ کی اولین مسجد ہے جو موجودہ دور میں بھی قائم و دائم ہے۔ علاوہ ازیں مسجد کے ساتھ ایک نیا کوٹ بھی آباد ہوا جو آج بھی موجود ہے ۔جب وادی بابوسر کے ٹاپ سے راستہ کھل گیا تو سید غازی بابا اپنے عقیدت مندوں میں بارہ افراد کے ساتھ روانہ ہوئے اور تھک نالہ کے باشندے انہیں جل کھٹ کے سیری مقام تک الوداع کہنے گئے ۔ ۱۷

حوالہ جات

1. Olaf Caroe, *The Pathans*, London, Macmillan & Co., 1964. pp 198-199.

۲۔ سمیع اللہ جان ڈھوڈیال، *تحقیق الافغان*، ص ۲۳۲۔

۳۔ سمیع اللہ جان ڈھوڈیال، *تحقیق الافغان*، ص ص ۵۵، ۶۸، ۲۳۲۔

۴۔ ایضاً۔

۵۔ نقل بابت حال آبادی دیہہ ازصورت دیہی موضوکاگان خاص (مرتبہ بند وبست سال ۱۸۷۲ء) ص ۲۹۱۶۳۲۔

۶۔ انٹرویو، از جناب حاجی سید عبدالعزیز، ایبٹ آباد، ۲۴ر مئی ۲۰۰۹ء۔

۷۔ انٹرویو، از جناب الحاج سید مزمل شاہ، ۲۴ر مئی ۲۰۰۹ء۔

۸۔ انٹرویو، از جناب حاجی سید عبدالعزیز، ایبٹ آباد، ۲۴ر مئی ۲۰۰۹ء۔

۹۔ انٹرویو، از جناب الحاج سید مزمل شاہ، ۲۴ر مئی ۲۰۰۹ء۔

۱۰۔ ایضاً۔

۱۱۔ انٹرویو، از جناب حاجی شکیر (مرحوم) چلاس، ۱۶ر دسمبر ۲۰۰۵ء۔

۱۲۔ انٹرویو، از جناب حاجی نذیر (مرحوم) چلاس، ۱۴ر دسمبر ۲۰۰۵ء۔

۱۳۔ انٹرویو، از جناب حاجی عمر یار، نمبر دار چلاس، ۵ر مئی ۲۰۰۸ء۔

۱۴۔ انٹرویو، از جناب حاجی شاہ جہان، نمبردار چلاس، ۲ر اپریل ۲۰۰۹ء۔

۱۵۔ ایضاً۔

۱۶۔ رپورٹ: "Report on the Gilgit Agency & Wazart (1898) Capt S.A. God frey I.S.C" (RWP, GHQ library)

☆ (انٹرویو، از جناب شیر باز برچہ، گلگت لائبریری ۲۳ر جون ۲۰۰۸ء)

۱۷۔ انٹرویو، از جناب حاجی پھکیر و حاجی اسپن، ساکنان تھک، ۱۳ر جولائی ۲۰۰۸ء۔